

سونے کا واش روم

2011 میں برادر اسلامی ملک کے شاہی خاندان میں ایک شادی تھی۔ لہن سلطنت کے بادشاہ کی صاحب ذاتی تھی۔ لازم ہے کہ شادی میں دولت کے بیل بوتے پر ہروہ شاہانہ حرکت کی گئی جس سے دنیا کو پتہ چل سکے کہ ہمارے پاس کثیر دولت ہے۔ لہن کیلئے احرام مصر کی نقل کرتے ہوئے ایک ایسا لباس تیار کروا گیا جسے پہن کر ایسا تاثر ملتا تھا کہ انسانی قد کے برابر ہیرے جواہرات سے مزین فرعون مصر کی آخری آرام گاہ ہے۔ شادی پر کتنا خرچ ہوا، اسکا حساب لگانا ناممکن ہے۔ لیکن محتاط اندازے کے مطابق دوڑھائی سو کروڑ روپیہ خرچ ہوا۔ جس مرد سے شادی کی گئی، اسکی پہلے سے متعدد بیویاں موجود تھیں اور رسولہ نبیؐ بھی تھے۔ خیر جس سادگی کا آقاؐ نے ہمیں حکم دے رکھا ہے، انکے فرما میں کے متضاد رویہ عمل رکھا گیا۔ اس شادی میں ایک تحفہ ایسا بھی تھا جسکی بازگشت پوری دنیا میں سنائی دی گئی۔ یہ تحفہ ہر لحاظ سے غیر معمولی اور انوکھا تھا۔ باپ نے جہیز میں بیٹی کو ”سونے کا ٹالٹ“ عنایت فرمایا۔ اس طرح کا جہیز پوری دنیا میں پہلے بھی بھی نہیں دیا گیا تھا۔ واش روم مکمل سنہری رنگ کے اصلی گولڈ کا تھا۔ اس کمودی کی تصاویر پوری دنیا میں شائع ہوئیں۔ قیمت پانچ ملین ڈالر سے زیادہ تھی۔ بہر حال دس برس پہلے کی اس شاہی تقریب کو تمام لوگ مکمل طور پر بھول چکے ہیں۔ کیونکہ گز شتنہ ایک دہائی نے دنیا کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا ہے۔ آپ یہ سب کچھ انٹرنیٹ پر دیکھ سکتے ہیں اور اس بات کی تصدیق بھی کر سکتے ہیں۔

بادشاہ اپنی بیٹی کو جو مرضی جہیز دے۔ اس پر کوئی کیا اعتراض کر سکتا ہے۔ مگر ان تمام معاملات کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ اس پر گزارشات پیش کرتا ہوں۔ دنیا میں تریپن (53) ایسے ممالک ہیں جن میں مسلمان اکثریت میں موجود ہیں۔ مسلمانوں کی آبادی دنیا میں تعداد کے لحاظ سے ڈیڑھ ارب کے لگ بھگ ہے۔ تمام مسلمان ممالک کی معيشت کو جمع کر لیا جائے تو یہ دنیا کی مجموعی معیشت کا آٹھ سے نو فیصد بنتی ہے۔ تمام کو اکٹھا کر لیں تو پانچ سے چھٹریلین ڈالر بن جاتی ہے۔ مگر دولت کے اعتبار سے یہ سب کچھ محض چند فیصد لوگوں کے پاس مرکزیت اختیار کر چکی ہے۔ موجودہ دنیا میں دولت کا یہ ارتکاز مغربی ممالک کے معاشرہ سے اُٹھ ہے۔ نہیں کہ مغرب میں ہر شخص امیر ہے۔ فرق صرف یہ کہ بل گئیں، سیٹیو جو بزوغیرہ اپنی ذہانت اور جدت کی وجہ سے امیر ہوئے ہیں۔ مگر اسلامی ممالک میں امارت یا توریاست کے قدرتی وسائل پر ذاتی بقدر کی مر ہوں منت ہے یا پھر کسی حد تک مذہبی سیاحت سے مسلک ہے۔ دنیا میں امیر ترین مسلمان مرد اور خواتین کی فہرست دیکھیے۔ اس میں امارات، قطر، سعودی عرب، مصر کے امریکی ڈالر کے حساب سے ارب پتی انسان عام نظر آئیں گے۔ بے پناہ دولت کی یکسانیت ایک طرف۔ مگر آپکو ایک حد درجہ مخفی یکسانیت سانپ کی طرح کاٹے گی۔ ان امیر ترین ریاستوں اور لوگوں کا سائنس، تحقیق، جدت اور اہل علم سے خوف کارویہ ہے۔ مسلم ممالک کی امیر ترین حکومتوں میں سے ایک بھی صاحب اقتدار ایسا نہیں جس نے جدید ترین سائنسی علوم پر گرفت حاصل کرنے کی جزوی کوشش تک کی ہو۔

اس بحث کو طالب علم کرونا کی دوائی کی طرف لیکر جاتا ہے۔ 2020 سے کرونا نے دنیا کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ وا رس نے اپنے اندر تبدیلی (Mutation) برپا کر کے اپنے آپ کو مزید مہلک بنادیا ہے۔ اب اسکی متعدد اقسام ہیں جو انسانوں کو موت کے گھاٹ

اُتارہی ہیں۔ اس مہلک بیماری نے لاکھوں لوگ ملک عدم کی طرف روانہ کر دا لے ہیں۔ خوفناک وائرس ہر ملک، ہنس، ہر مذہب کے پیروکار اور ہر طبقہ پر حملہ آور ہوا ہے۔ اسکے حملے میں کسی قسم کا نسل یا مذہبی تعصّب نہیں ہے۔ مگر حقیقت میں دنیا کے صرف چند ممالک میں اتنی سائنسی طاقت تھی کہ کرونا وائرس کے توڑے یعنی دوائی پر تحقیق کر سکیں۔ بات سمجھ میں آتی ہے۔ امریکہ، روس، چین، برطانیہ اور ہندوستان معدودے چند ممالک میں تھے جنکے سائنسدانوں نے دن رات محنت کر کے ”کرونا ویکسین“ تیار کی۔ کیا یہ المناک صحیح نہیں ہے کہ کرونا کی دوائی کی تیاری مسلمانوں کے امیرترین طبقہ کا کوئی عمل خل نہیں ہے۔ ڈیڑھ ارب حشرات الارض کا ذکر تو چھوڑ دیجئے۔ وہ مسلمان حکمران جنکے پاس محیر العقول دولت موجود ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی، ایک ڈالر تک گزشتہ ڈیڑھ سال میں اس جہت پر خرچ نہیں کیا۔ اگر فارما کمپنیوں کے حوالے سے دیکھا جائے یعنی جنہوں نے یہ دوائی بنائی ہے۔ تو ان میں سورینڈ، روچ، مرک، لی اور دیگر پانچ چھ کمپنیاں نظر آئیں گے۔ المناک صحیح یہ ہے کہ ان تجارتی اداروں میں سے ایک کا تعلق بھی مسلمان ممالک سے نہیں ہے۔ شائد انہیں اس حقیقت کا دراک ہی نہیں کہ تحقیق اور جدت کی دنیا میں وہ جدید دنیا سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں نوری سال پیچھے ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت ماضی میں سانس لے رہی ہے۔ ہماری عملی، سماجی زندگی کا ہر حوالہ حد درجہ قدیم ہے۔ چھ سات سو سال میں کیا قیامت خیز ترقی ہوئی ہے۔ اس سے ہم اپنے آپ کو دور رکھنے کی بھرپور کامیاب کوشش کر رہے ہیں۔ ہم اس جہالت کو اپنے سینے سے لگا کر حد درجہ مطمئن ہیں۔

آخر کیا وجہ ہے کہ مسلمان ریاستوں کی حکومتوں نے کوئی ایسا فنڈ قائم نہیں کیا۔ جسکے ذریعے کرونا کی ویکسین بنانے کے متعلق تگ ودو کی جاتی۔ کیا یہ قیامت نہیں کہ پوری اسلامی دنیا میں ایک بھی ایسا سائنسی ادارہ نہیں، جس میں اس بلا سے نپٹنے کی استطاعت ہو۔ کیا ظلم نہیں ہے کہ ہمارے کسی بادشاہ، صدر، وزیر اعظم، خلیفہ نے اس طرف بالکل توجہ ہی نہیں دی کہ اپنے ملک میں رعایا کو بچانے کیلئے سرکاری خزانے کا مونہہ کھول دیں۔ مسلمان بادشاہوں کا کیا رونا انکی مجموعی حرکات حد درجہ تنازعہ ہیں۔ کسی مسلمان جمہوری ملک کے سربراہ نے کرونا کی دوائی بنانے کے متعلق ہلکی سی کوشش تک نہیں کی۔ کیا آپ نے ترکی، ملیشیاء یا کسی دیگر ملک کے صدر کا بیان سنائے کہ ہم مناسب حد تک وسائل رکھتے ہیں۔ چنانچہ دنیا کے بہترین سائنسدان اکٹھے کیے ہیں۔ ہم چند ماہ میں کرونا کا توڑہ نکال لینگے اور پوری دنیا میں اسکی ویکسین تقسیم کریں گے۔ کم از کم طالب علم کو کوئی ایسی کوشش گزشتہ چودہ ماہ میں بالکل نظر نہیں آئی۔ اصل نکتہ یہ ہے کہ ہمیں یعنی مسلمانوں کو اندر سے معلوم ہے کہ جدید علوم میں کسی قسم کی مہارت نہیں رکھتے۔ ہم نے تحقیق اور سوچنے کا کام مغربی ممالک کے حوالے کر رکھا ہے۔ وہی ممالک، جنکے متعلق کافر ہونے کے علاوہ ہماری زبان پر اور کوئی لفظ نہیں آتا۔ معاف کیجئے۔ انہی کفار کی لیبارٹریوں میں کرونا کی دوائی تیار ہوئی اور اب اہل ایمان، سینہ تان کراس ویکسین کو زندہ رہنے کیلئے استعمال کر رہے ہیں۔ ہمیں کسی قسم کی کوئی شرم نہیں ہے کہ وہ دو اجسکے بنانے میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں ہے، اسکے حصول کیلئے ہم بھرپور منت سماجت کر رہے ہیں۔ ہمارے ملک کی حالت تو حد درجہ ڈگر گوں ہے۔ دوائی کے پیسے دینے کی قوت نہیں رکھتے۔ لہذا ہمارا واحد دنیاوی دوست چین یہ دوائی بھی تھفہ کے طور پر دے رہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ اسے بھیک بھی کہہ سکتے ہیں۔

گزشتہ ہفتے لندن میں ایک ڈاکٹر صاحب سے بات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ آج تک جس تیزی سے پوری تحقیقی دنیا میں کرونا کی

دوائی بنائی گئی ہے اسکی کوئی مثال نہیں ملتی۔ انکے مطابق کسی بھی بیماری کی ویکسین بنانے کے مختلف مراحل میں سال ہا سال لگتے ہیں۔ کم از کم پانچ سے دس برس کا عرصہ درکار ہے۔ دوائی بنانے کے بعد، اسے ہزاروں جانوروں کو لگایا جاتا ہے۔ اسکے منفی یا مشتبہ اثرات کو حد درجہ دقیق نظر سے پرکھا جاتا ہے۔ یہ تحقیق بھی کئی سالوں پر محیط ہوتی ہے۔ انسانوں پر تجربہ کرنے کے بعد حکومتی ادارے ہر طریقے سے تجرباتی طور پر اس کا سائنسی تجزیہ کرتے ہیں۔ مکمل اطمینان کرنے کے بعد اسے لوگوں کیلئے عام کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ موجودہ تحقیق میں Quantum Super Computers اور Artificial intelligence سے حد درجہ مدد لی گئی۔ ایک یا آڑھی دہائی کے عرصے کو آٹھ مہینے تک کم کرنا بذاتِ خود ایک سائنسی کارنامہ ہے جسکی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ کوئی تم سوپر کمپیوٹر اور آرٹیفیشل انٹیلیجننس سے ابھی تک ہماری کوئی دلچسپی روانہیں ہے۔ Artificial Intelligence کا نام تو ایک دوبار پاکستان میں ضرور سنانا ہے۔ مگر جدید ترین سطح کا کوئی تعلیمی ادارہ موجود نہیں ہے جو اسے باقاعدہ پڑھا پائے۔ بین الاقوامی سطح کے ادارہ کی عرض کر رہا ہوں۔ یہ الیہ صرف ہمارا نہیں ہے۔ کسی بھی مسلمان ملک میں ان جدید مضامین کی ترویج پر کوئی سنبھیدہ کوشش نہیں کی جاتی۔ بہر حال کرونا کی محمد و دعویے میں دوائی بنانا جدید ترین سائنسی علوم پر دسترس سے ہی ممکن ہوا ہے۔

دوماہ پہلے ایک اہم پاکستانی لیڈر سے پوچھا کہ جناب اب تو دوائی کافار مولا آپ کا ہے۔ اب تو اسے پاکستانی لیبارٹریوں میں تیار کیا جاسکتا ہے۔ سوال سنکر خاموش ہو گئے۔ دوبارہ پوچھنے پر جواب دیا۔ ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ فارمولے کے مطابق دوائی بنائیں۔ پھر خاموشی سی چھا گئی۔ ذرا سوچیے ہمارے اسلامی ملکوں کے بادشاہ، جہیز میں اپنی بیٹی کو سونے کا واش روم تودے سکتے ہیں۔ مگر ایک دھیلہ بھی کسی سائنسی تحقیق پر خرچ کرنے کیلئے تیار نہیں۔ فکر نہ کیجئے۔ کافروں نے محنت کر کے اہل اسلام کیلئے دوائی تیار کر لی ہے۔ لہذا اب ہماری حکومتوں اور حکمرانوں کو کچھ بھی کرنے یا کہنے کی ضرورت نہیں۔ سات سو سال کی جہالت سے لڑنا اب کسی کیلئے بھی ممکن نہیں رہا۔ لہذا مجھے بھی خاموش ہو جانا چاہیے!

راوِ منظر حیات